جناب سہیل نسیم احمد لیکچرر شعبہ عربی اسلامیہ کالج برائے طالبات سوپور

لفظ "ادب" کی تاریخ کا تجزیہ

لفظ "ادب" کی تاریخ "علم" اور "مذہب" کی طرح ارتقائی منازل طے کرتے ہم تک پہنچتی ہے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت سے بہت پہلے کی ادب کی ادبی تاریخ سے یہی پتہ چلتا ہے کہ لفظ ادب کے قدیم ترین معنی وہی تھے۔ جو لفظ "سنت" کے ہیں یعنی عادت، طرز عمل یا وہ طریقہ جو آدمی وراثت میں پائے جس طرح اسلام میں سنت کے معنی اس طرز عمل کے ہیں۔ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کو وراثت میں ملا ہے یہی معنی والرز اور نالینسو نے بھی روایت کئے ہیں۔ ان دونوں کے خیال میں لفظ "ادب" لفظ داب کا صیغہ جمع ہے اور داب کے معنی عادت یا طرز عمل ہیں اور یہ کہ "ادب" آداب کی ترقی پذیر شکل ہے۔ بہر حال یہ لفظ "ادب" کے قدیم ترین معنی ہیں۔

اس لفظ کے معنوی ارتقاء کی وجہ سے عملی اور اخلاقی پہلوؤں میں اس کے معنی آسان اور نمایاں تر ہوتے گئے۔ مثال کے طور پر اس کے معنوی دائرے میں یہ چیزیں آتی رہیں "عمدہ صوفیانہ عادات، عمدہ تربیت، اچھے اخلاق وغیرہ"

ظاہر بات ہے اس ارتقاء میں اس تہذیب و تمدن کا بھی اثر تھا۔ جو اسلامی انقلاب اور پہلی اور دوسری صدی ہجری میں اسلام اور غیر ملکی روحانی اختلاط کا نتیجہ تھا۔ اس اعتبار سے عباسی دور کے اوائل میں لفظ ادب لاطینی لفظ" اور بنیتاس "کا ہم معنی تھا۔ اور بنیتاس کے معنی تھے شہری زندگی کی عمدگی، عشرت پسندی اور اخلاق اسلامی تہذیب کے پورے وسطی دور کے دوران لفظ ادب کے یہی معنی سمجھے جاتے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلی صدی ہجری زمانے سے ہی مذکورہ معنی کے ساتھ ساتھ یہ لفظ ایک اور معلمانہ اور متعلمانہ معنی پر دلالت کرتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس معنی پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی گئی۔

غیر ملکی تہذیبوں کے ساتھ مل جانے کے بعد اس لفظ کے معنی میں کافی وسعت پیدا ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لفظ عربی ادب کے علاوہ ہندی، ایرانی اور رومی آداب پر بھی دلالت کرنے لگا۔ مثال کے طور پر تیسری صدی ہجری کا ادیب ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ نہ صرف عربی شعر و نثر اور ایام و اخبار عرب کا عالم تھا۔ بلکہ وہ غیر اسلامی

اور غیر عربی روایات و علوم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا مبلغ علم ایران کے قدح و مدح، قدیم ہندوستانی داستانوں اور یونانی فلسفیوں، اخلاقیات، اقتصادیات اور مذاہب تک پر مشتمل تھا۔ اس لفظ کی ارتقائی تاریخ میں ابن مقفع کا بڑا ہاتھ ہے۔ جنہوں نے غیر ملکی ادبی اور تاریخی سرمایہ کے تحریری مواد کو عربی شکل دے دی۔ انہوں نے اس ضمن میں "ادب الصغیر اور ادب الکبیر" تصنیف کیں۔ یہی ادبی تصانیف عباسی دور کی تہذیبی اور تمدنی ترقی کا سبب ہیں۔

ایک اور زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اسی زمانے میں اس لفظ نے "عمدگی" کے وسیع معنی سے بھی آزادی حاصل کی۔ اب اس کے معنی میں چنداں فرق دکھائی دینے لگا۔ مثلاً ادب الکاتب اس ادب کو کہا گیا جس کا علم کسی سیکرٹری کے لئے ضروری تھا۔ اسی طرح سے ادب الوزراء اس ادب کا نام پڑ گیا جس کا جاننا وزیروں کے لئے ضروری تھا۔ صاف ظاہر ہے کہ عمدگی شرافت انسانی اخلاق اور دوسری اس قسم کی چیزیں جو خلافت راشدہ کے زمانے میں اس کے معنی میں شامل تھیں۔ اس سے یکدم منقطع ہو گئیں۔ اور اس کے معنی محدود و دائرۂ علم یعنی انشاء پر دلالت کرنے لگے۔ یا ذرا وسعت کے ساتھ کہا جائے تو شاعری ذومعنی الفاظ، حکایات اور دوسری فنی تحریریں اس کے دائرہ معنی میں داخل ہو گئیں۔ قریب قریب دورِ جدید کی نشاۃ ادب تک اس کے معنی اسی طرح کی باتوں پر دلالت کرتے رہے۔

دورِ جدید میں ادب سے مراد ادبیات بھی لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً تاریخ الآداب العربیہ سے مراد ہے عربی ادب کی تاریخ اور کلیتہ الاداب سے مراد ہے۔ فن اور ادب کا کالج۔ لیکن طٰہٰ حسین اور ان جیسے عالموں کی نظروں میں "ادب" اب بھی قدیم معنوی وسعت کا حامل ہو سکتا ہے۔

مصطفٰے صادق الرافعی کہتے ہیں:۔

"ادبی اعتبار سے یہ لفظ تین ادوار سے گذر چکا ہے اور یہ تینوں ادوار مجموعی زندگی سے متعلق ہیں۔ اور فطری تاریخ کی پیداوار ہیں"

بہرکیف اگر فرض کیا جائے کہ لفظ ادب جاہلی دور میں بھی مستعمل تھا تو یہ بات عیاں ہے کہ اس کے معنی وہی تھے جو اوپر مذکور ہیں۔ یعنی اچھے عادات اور اچھے اخلاق وغیرہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس لفظ کے زبانی استعمال میں ایسی تبدیلیاں آتی رہی ہیں جن سے کسی لفظ کے لغوی معنی پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ اگر کسی کو ضیافت کے بلایا جاتا تو یوں بھی کہتے "ادب القوم یادبہم ادباً" اور چونکہ ضیافت کی طرف بلانا ایک ایسا فعل ہے جو اپنے اندر عمدہ اخلاق اور نیکی کا جذبہ لئے ہوئے ہے۔ لہٰذا مطالب کے اعتبار سے یہ بات صحیح ہے۔ اب یہ بات ثابت ہو چکی کہ مذکورہ زمانے میں لفظ "ادب" کا اطلاق ہر اس بات پر ہوتا تھا جو اچھے اخلاق و عادات، شرافت نزاکت اور عمدگی سے متعلق ہوتی۔

دورِ بنی امیہ میں یہ لفظ زیادہ واضح معنی کے ساتھ سمجھا جانے لگا۔ اس دور میں اساتذہ کی ایک خاص جماعت "المؤدبون" کہلائی جانے لگی۔ اس جماعت کا تعلق علم وادب سے تھا۔ لہٰذا اسی تعلق کی روشنی میں ان کو یہ نام دیا گیا۔ یوں لفظ "ادب" کے ادبی معنی میں ذرا سی وضاحت اور ہمواری آنے لگی۔ اب ادبی تعلیم کے دائرے میں اخبار وانساب عرب، شاعری اور خطوط نگاری کے فنون آتے تھے۔ اور لفظ ادب فقط انہی چار چیزوں پر دلالت کرتا ہے اور یہ اس لفظ کی تاریخ کا تیسرا دور ہے۔

"عقد الفرید" کے مصنف نے عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"مذہب سے آپ کی ناواقفیت کا مبلغ آپ کی ناواقفی کے مبلغ سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ادب میں بھی۔ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس کے زمانہ میں لفظ ادب قرآنی اور مذہبی واسطوں سے وسیع طور پہ متعارف تھا۔ اور مستعمل بھی۔ لیکن ابن عباسؓ کے اس مقولے کے ہوتے ہوئے بھی مورخین اس بات میں اختلاف کرتے ہیں کہ مذکورہ زمانے میں لفظ "ادب" معنوی اصطلاح کے ساتھ معرض وجود میں آچکا تھا۔ واضح رہے کہ ان کا سن وفات ۶۸ یا ۶۹ ہجری ہے بعد کے ادبی مورخ تحقیق کئے بغیر ہی مذکورہ مقولے کو نقل کرتے رہے حالاں کہ ان کے نزدیک بھی یہ بات مشکوک ہے۔ دراصل حقیقت یہ ہے اور جاحظ نے بھی "البیان والتبیین" میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔ کہ متذکرہ مقولہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کا ہے۔ یہ "محمد" عباسی دور کے خلیفہ اول سفاح کے والد تھے اور ۱۲۵ یا ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔

عمر بن دینار کہتے ہیں۔ "میں نے ابن عباسؓ کی مجلس سے بڑھ کر کوئی اور فلاح کی مجلس نہیں دیکھی۔ اچھے برے سے متعلق معاملات، شاعری، تاریخ اور بہادری پر اس مجلس میں مباحثے ہوا کرتے۔" یہاں ایک بات قابلِ غور ہے اگر عمر بن دینار لفظ "ادب" سے متعارف ہوتے یا یہ لفظ اگر عرف عام میں ہوتا تو ابن دینار کو مجلس ابن عباسؓ کے مشتملات کا الگ الگ تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ حالاں کہ جن مشتملات کا انہوں نے تذکرہ کیا وہ سب اصطلاح ادب کے معنوی دائرے میں آتے ہیں۔

ایک اور نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں علم العرب کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا تھا جن پر آج کل ادب العرب کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ المسعودی نے مروج الذہب میں ابن عباس سے روایت کرکے نقل کیا ہے۔ کہ جب معاویہ بن سوہان سے مؤخر الذکر نے اس کی قوم کے بارے میں پوچھا تھا تو ابن عباس نے کہا تھا۔

"اے ابن سوہان تو علم العرب کا بہترین ماہر ہے۔"

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لفظ "ادب" مستعمل نہیں تھا چنانچہ بعد میں علم العرب کی

جگہ ادب العرب نے لے لی۔

دوسری صدی ہجری میں جب کہ ادب کے معنوی حدود کی نشاندہی کی جا چکی تھی۔ یہ لفظ لوگوں کے ایک خاص گروہ "مؤدبون" کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور مؤدبون کے کام کو حرفۃ الادب کہلایا گیا۔ پہلا شخص جس نے یہ لفظ استعمال کیا خلیل بن احمد تھا۔ جو علم القوافی والعروض کے لئے مشہور تھا اور ۱۷۵ھ میں وفات پائی۔ اور یہی لفظ بعد میں ثعلبی نے اپنی کتاب "المضاف والمنسوب" میں یوں استعمال کیا۔

" حرفۃ الادب آفۃ الادباء" تیسری صدی ہجری میں جب شاعروں کی باہمی چشمک سیاسی رنگ حاصل کر چکی تھی تو شعراء کو بھی ادباء کا نام دیا جانے لگا۔ اس طرح لفظ ادب تمام علمی میدانوں میں متعارف ہوگیا۔ یہی رائے مصطفےٰ صادق الرافعی نے بھی اس لفظ کی تاریخ کے بارے میں ظاہر کی ہے۔

دورِ جدید کے ایک مورخ اور ناقد ڈاکٹر شوقی ضیف لفظ "ادب" کی تاریخ کے سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:۔ " لفظ ادب کی معنوی تاریخ عرب قومیت کے ارتقاء کے ساتھ مربوط و منسلک ہے اس کے معنی میں عین اسی طرح ترقی ہوئی ہے جس طرح کوئی انسان تمدنی ترقی حاصل کرتا ہے" مختلف ادوار میں اس کے معنی بھی مختلف رہے آج اس لفظ کا اطلاق اس منظوم یا منثور شاہکار پر ہوتا ہے جو سامعین یا قارئین کے وجدان و جذبہ کو بہلائے اور متاثر کرے۔

مطالعہ کرنے اور غور و خوض کرنے کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں اس پر دوبارہ مجموعی طور پر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دورِ جاہلیت میں اس لفظ کا پتہ نہیں چلتا۔ صرف یہ لفظ ایک جگہ طرفہ بن العبد جو صاحب معلقہ بھی ہیں کی شاعری میں ملتا ہے لیکن وہاں اس کے معنی کھانے کے لئے بلانے (الداعی الی الطعام) کے ہیں۔

نحن فی المشتاۃ ندعوا الجفلی   لا تری الآداب فینا ینتقر[1]

طرفہ کے اس شعر کے سوا یہ لفظ دورِ جاہلیت کے نظم و نثر میں کہیں اور نہیں ملتا۔ لیکن بعد میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لفظ اس طرح استعمال کیا ہے۔

ادبنی ربی فاحسن تادیبی[2]

بعد ازاں ایک مخضرمی شاعر سہم بن حنظلہ الغنوی نے اس لفظ کو یوں استعمال کیا۔

---

[1] دیوان طرفہ نظم ۵ رقم شعر ۴۶

[2] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر لابن اثیر، القاہرہ ج ۱ ص ۳۔

لا یمنع الناس منی ما اردت و لا اعطیھم ما ارادوا احسن ذا ادبا[۱]

اس دور میں اگر اس لفظ کو کہیں استعمال کیا بھی گیا ہو تو مذکورہ بالا معنی میں ہی کیا گیا۔ حالانکہ اس کے لئے بھی کوئی کھلی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں۔ نالینو کے خیال میں اس زمانے میں "داب" کے معنی عمر رسیدہ ہونا۔ گردش روزگار کے ساتھ بدلنا۔ اور آباؤ اجداد کی بہادری تھا۔ اگر "داب" ثلاثی مجرد مانا جائے تو وہ لوگ آداب کو اس کا صیغہ جمع سمجھتے ہوں گے۔ جس طرح بئر کی جمع آبار اور رای کی جمع آرار ہے۔ اب اگر عربوں کے نزدیک آداب کے معنی اچھے عادات واخلاق رہے ہیں۔ تو اچھے عادات و اخلاق کی طرف بلانا یعنی دعوۃ الی المحامد والمکارم زیادہ مناسب ہے نہ کہ کھانے کے لئے بلانا[۲]

بنی امیہ کے دور میں اس لفظ نے ایک اور علمی معنی پائے تھے یہی وجہ ہے کہ علم کے ساتھ وابستگی رکھنے والوں کی جماعت کو مؤدّبون کا نام دیا گیا۔ یہ لوگ اس زمانے کے امیروں اور وزیروں کے بچوں کو عربوں کے تہذیب و تمدن کی ارتقائی تاریخ سکھاتے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کو شاعری، فن خطابت اور ایام و انساب عرب کی تعلیم دیتے تھے۔ یہ سب اس لئے کیا جاتا تھا تاکہ مذکورہ بالا فنون کو علم کے ساتھ شامل کیا جائے چنانچہ اس وقت علم معنوی اعتبار سے مذہب اسلام، فقہ، تفسیر اور قرآنی واقفیت کا نام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی دور میں ابن مقفع نے اپنی دو حکمت سیاست اور اخلاقیات پر مشتمل کتابوں کا نام ادب الصغیر اور ادب الکبیر رکھا۔ اسی معنی کی روشنی میں ابوتمام متوفی ۲۳۲ھ نے اپنے دیوان کے تیسرے باب کا نام باب الادب اور امام بخاریؒ متوفی ۲۵۶ھ نے صحیح بخاری میں باب الادب کا عنوان شامل کر لیا۔

ابن معتز متوفی ۲۹۶ھ نے کتاب الادب لکھی۔ اسی زمانے یعنی دوسری اور تیسری صدی ہجری میں عربی شاعری اور اقوال کو ادب کا نام دیا گیا۔ کچھ مصنفوں نے ان ہی موضوعات پر کتابیں لکھیں اور ان کو کتب ادب کا نام ملا۔ مثلاً جاحظ کی کتاب "البیان والتبیین" جو مشہور اقوال، اشعار، انساب، خطبات اور دیگر نمونہ ہائے علوم پر مشتمل ہے۔ اسی طرح مبرّد متوفی ۲۸۵ھ کی کتاب "الکامل فی اللغۃ والادب" بھی ہے۔ حالاں کہ اس میں "زبان" پر زیادہ بحث کی گئی ہے نہ کہ فصاحت و بلاغت اور تنقید پر جیسا کہ "البیان والتبیین" میں ہے۔ مبرّد نے اگلے زمانہ کے چند نثری نمونے بھی کتاب میں جمع کئے ہیں۔ چنانچہ وہ کتاب کی ابتداء میں لکھتے ہیں :-

"یہ کتاب ہم نے اس لئے لکھی تاکہ نظم و نثر کے چند شاہکار نمونے محفوظ رکھے جا سکیں۔ اور نصائح، چیدہ خطبات اور فصیح و بلیغ رسائل بھی"

---

[۱] الاصمعیات طبع دار المعارف، رقم ۱۲ بیت ۳۰ [۲] تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ لکارنالینو طبع دار المعارف ص ۱۴

اسی معنی و فن کی روشنی میں اور کتابیں بھی لکھی گئیں۔ مثلاً ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ کی عیون الاخبار، ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ کی عقد الفرید الحصری متوفی ۴۵۳ھ کی زہر الآداب، ابن قتیبہ کی ہی ادب الکاتب۔ کشاجم متوفی ۳۵۰ کی ادب الندیم اور اس کے علاوہ ادب القاضی اور ادب الوزیر بھی تصنیف کی گئیں۔ اس کے علاوہ ادب الحدیث، ادب الطعام، ادب المعاشرہ، اور ادب السفر بھی اسی دور کی پیداوار ہیں۔

تو جہاں تک اس کے معنوی ارتقاء کا تعلق ہے۔ یہ فرانسیسی لفظ لٹریچر کے ہم معنی ہوگیا جس کا اطلاق اس تحریر پر ہوتا ہے جو زبان کی حدود کے اندر فکر عمیق اور نگاہ حساس کے نتیجے میں قلم بند کی جاتی ہے۔ احمد الشائب نے لفظ ادب کی تاریخ کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ دور جاہلیت میں یہ لفظ نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ بات تسلیم کرنے میں ذرا تامل ہے۔ کیونکہ دور جاہلیت کی تمام تحریریں ہم تک نہیں پہنچ سکیں۔ اور اس سے پہلے ہی ضائع ہو چکی ہیں۔ سماجی، سیاسی اور مذہبی انقلابات کے طویل سلسلے کے بعد ہم تک جو اس زمانے کا علمی سرمایہ پہنچ سکا ہے۔ وہ تحریری ہونے کے بجائے زبانی ہے۔ اور ساتھ ساتھ دور جاہلیت کی ادبیات کی صحت میں شک کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اور ایسا کیا بھی گیا ہے طٰہٰ حسین کی کتاب فی الادب الجاہلی اسی تنقیدی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ لفظ قرآن مجید میں کہیں نہیں ملتا حالانکہ قرآن مجید کی زبان سب سے فصیح و بلیغ ہے۔ اور خالصتہً قریشی بول چال کی عکاسی کرتی ہے لیکن اس بنیاد پر کہ لفظ ادب قرآن مجید میں نہیں ہے۔ ہم دور جاہلیت میں اس کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ بجائے خود تمام قریشی بول چال کے ذخیرے کا احاطہ نہیں کرتے لہٰذا ممکن ہے کہ قرآن مجید میں موجود نہ ہونے کے باوجود یہ لفظ قریشی یا غیر قریشی بول چال میں مستعمل رہا ہو کیونکہ قرآن مجید صرف چھ ہزار عربی الفاظ کی تکرار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اس بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث میں مندرجہ ذیل لفظ موجود ہے۔

"ادبنی ربی فاحسن تادیبی"

لفظ ادب کی تاریخ کے بارے میں جدید ناقدین کی رائے جاننے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ لفظ عربی الاصل ہے بھی کہ نہیں۔ تو اس کے عربی الاصل ہونے کے حق میں ہمارے دو ثبوت موجود ہیں۔

ایک یہ کہ اس کے تینوں حروف یعنی ا، د، اور ب عربی زبان میں ابتداء سے موجود تھے۔ مثلاً بدا، دأب اور ابدار۔ اور یہ تینوں الفاظ لفظ ادب سے قریبی علاقہ رکھتے ہیں۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ لفظ عربی اور دوسری سامی زبانوں میں سومیری زبان کے ہاں سے داخل ہوا ہے۔ سومیری میں اس کے معنی انسان ہیں۔ اور ممکن ہے کہ عربی میں آکر انسان یعنی آدم نے ادب کی شکل اختیار کی ہو۔ دوم یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے

اس لفظ کو مختلف معانی میں سہی لیکن استعمال ضرور کیا ہے۔ یہ مشہور حدیث مختلف طریقوں سے مروی ہے مثلاً حضرت علی رضؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "اے اللہ کے رسول ! ہمارے آباؤ اجداد ایک ہی تو ہیں۔ مگر آپ جو تقریریں مختلف قبیلوں میں فرماتے ہیں وہ ہم نہیں سمجھ پاتے۔"

اس کا جواب آپؐ نے ان الفاظ میں دیا۔ "ادبنی ربی فاحسن تادیبی ورببت فی بنی سعد" اس حدیث میں ادب سے مراد تعلیم ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ سے آپؐ کی ایک اور حدیث مروی ہے۔

ان ھذا القرآن مادبۃ اللہ فی الارض فتعلموا من مادبتہ

یہاں مادبۃ سے "خزانہ" ذریعہ اور منبع مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن ان تمام دروس کا منبع ہے جو انسان کو اچھے اخلاق و عادات سکھاتا ہے ۔ اور قرآن انہی چیزوں کی طرف دعوت ہے۔

اس طرح ہمارے پاس بیشتر ثبوت اس بات کے حق میں ہیں کہ لفظ "ادب" دورِ جاہلیت میں اور اسلام آنے کے بعد مستعمل تھا لیکن اس کے مجموعی معنی اچھے اخلاق اور عمدہ عادات کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایک اور ثبوت نعمان بن منذر کا وہ خط ہے جو اس نے کسریٰ کے نام لکھا تھا۔ اور نعمان یوں رقم طراز ہیں۔

"وقد اوفدت ایھا الملک رھطاً من العرب لھم فضل فی احسابھم وانسابھم وعقولھم وادابھم"

یہ جملہ بھی ہماری بحث میں کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

دور بنی امیہ کی طرف دوبارہ نظر کی جائے تو زیاد بن ابیہ بحیثیت امیر اپنی پہلی تقریر میں کہتے ہیں۔

"فادعوا اللہ باصلاح لائمتکم فانھم ساستکم المودبون لکم"

یہاں زیر نظر لفظ سے مراد تہذیب ہے جو اچھے اخلاق و عادت سے قریبی علاقہ رکھتا ہے اسی طرح عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے کے موؤب سے کہا:۔

"اس کو شعر سکھاؤ تاکہ کامیاب اور عظیم بن جائے۔"

یہاں لفظ تادیب سے مراد تہذیب و تمدن ہے چنانچہ یہ بات نمایاں ہے کہ موؤبون شاعری، انساب، ایام عرب، محاورے، بول چال، بندگی، اخلاقیات، خوارق عادات، بہادری وغیرہ سکھاتے تھے۔ اور ان کو ادیب کہا جاتا تھا۔ لہٰذا ان تمام مذکورہ چیزوں کا نام ادب تھا۔ ان میں سے میدانِ شعر کے ماہر کو شاعر اور میدانِ نثر کے ماہر کو کاتب کہا جاتا تھا۔